التفسیر بالماثور کا آغاز وارتقاء-ایک تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر*
حافظ محمد طارق **

Abstract:

This article discusses about the institution of Tafseer and its evolution in Islam the Holy Prophet (PBUH) is the excel and the central personality, who leads and guide the all mankind. Quran give us the rules and tells us about the right path when the Holy Prophet (PBUH) perform the practical application of Islam. After the Holy Prophet (PBUH) many worth full scholars try to interpret the Quranic verses. This article reflects the short brief of the different interpretation of Quran.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی تنزیل کی اور اس کی بڑی حد تک تشریح وتوضیح کر دی لیکن پھر بھی جو باتیں قابل وضاحت رہ گئیں ان کی وضاحت کے لئے مفسر مقرر کر دیا۔

قرآن مجید کے مفسر اول حضور اکرم ﷺ اور پہلی تفسیر حدیث رسول اکرم ﷺ ہے آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی قولاً وعملاً قرآن کی مکمل تفسیر بیان کر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة﴾ (۱)

ترجمہ: بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا مومنین پر احسان عظیم ہے کہ اس نے خود انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو کہ ان پر اللہ تبارک کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

تعلیم کتاب وحکمت سے مراد یہ ہے کہ جو باتیں اس میں قابل تشریح وتفصیل ہیں آپ ﷺ ان کی تشریح فرما دیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

﴿وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیهم و لعلهم یتفکرون﴾۔ (۲)

ترجمہ: ہم نے تمہاری طرف قرآن مجید اس لئے نازل کیا کہ تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دے تا کہ وہ

---

* ڈائریکٹر سیرت چیئر دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور۔

** شعبہ اسلامیات گورنمنٹ ایس ای کالج بہاول پور۔

اس میں غور وفکر کریں۔

قرآن کی تفسیر وتشریح محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریوں میں سے ایک تھی چنانچہ آپ کو حکم ہوا۔

﴿انّا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله﴾۔ (۳)

ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف اس لئے قرآن مجید اتارا تاکہ آپ اپنی صوابدید کے مطابق لوگوں میں فیصلے کریں۔

قرآن مجید ایک کتاب ہدایت ہے جس کا مقصد انسان کو اس راستہ کی طرف دعوت دینا ہے جس میں دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وانزلنا اليك الذكرلتبين للناس مانزل اليهم ولعلهم يتفكرون﴾۔ (٤)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا کہ تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کردے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کریں۔

قرآن مجید رسول اللہ پر ایسے زمانے میں نازل ہوا جب افق عالم پر کفر وشرک اور ضلالت وگمراہی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سابق انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات مسخ ہو چکی تھیں ایسے میں حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو اپنی کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر احسان فرمایا۔ علم تفسیر کا مشہور قاعدہ ہے " **القرآن يفسر بعضه بعضاً** " (٥) (قرآن کے بعض حصے دوسروں کی تفسیر کرتے ہیں)۔

قرآن مجید تدریجاً آپ ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطالب کھول کھول کر بیان کرتے۔ حضور ﷺ خود مجسم قرآن تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ارشاد حدیث میں ہے کہ "كان خلقه القرآن" (٦) آپ کا قول وفعل اور تقریر قرآن کی شرح وتفسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

امام زرکشیؒ لکھتے ہیں کہ سنت قرآن کی شارح اور وضاحت کرنیوالی ہے۔

اس لئے رسول للہ ﷺ نے فرمایا۔ **"الاانی اوتيت القرآن و مثله معه يعنى السنة"۔ (٧)**

ترجمہ: بے شک مجھے قرآن اور اس جیسی یعنی سنت دی گئی۔

قرآنی آیات کے فہم میں صحابہ کرامؓ کو جب مشکلات پیش آتیں تو آپ ﷺ نے ان کی توضیح فرما دیا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ ایسی توضیحات دوسرے صحابہؓ تک منتقل کردیتے تھے۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للاسلام﴾۔ (٨)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔

کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا کہ شرح صدر کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنے قول مبارک سے اس کی تفسیر یوں فرمائی۔

" نور يقذف به فيشرح " ۔

ترجمہ: یہ ایک نور ہے جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے جو اس کی شرح کرتا ہے۔

اور اس کی علامت یہ بتائی:

"الا نابة الى دارالخلود والتجافى عن دار الغرور والاستعداد للموت ".(۹)

ترجمہ: اخروی زندگی کی طرف رغبت، دنیاوی زندگی سے بے رغبتی، موت سے پہلے موت کی تیاری)

ابن تیمیہؒ نے صراحت کی ہے۔

"ان النبى ﷺ بين لأصحابه تفسير جميع القرآن أو غالب". (۱۰)

ترجمہ: آنحضرت نے صحابہ کرامؓ کو تمام قرآن یا اس کے اکثر حصہ کی تفسیر بیان کردی تھی۔

آپ ﷺ نے اپنے اقوال کے علاوہ اپنے افعال سے بھی قرآن کی تفسیر فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے افعال کی اتباع کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة﴾.(۱۱)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے۔

مثلاً: قرآن مجید میں بار بار اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ کا حکم آیا ہے لیکن کیفیت کا ذکر قرآن مجید میں صراحت سے نہیں ملتا۔ آنحضور ﷺ نے اپنے فعل مبارک سے اس کی تشریح فرمائی۔ لہذا قرآن مجید متن ہے اور آپ کا فعل اس کی تشریح ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر وتشریح کا رواج زمانہ رسالت مآب ﷺ میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ بہت سے صحابہ کرامؓ سے تفسیری روایات مروی ہیں جن صحابہؓ سے زیادہ مرویات ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔

تفسیر عہد صحابہؓ میں:

جب حضور علیہ الصلوۃ السلام اس دنیائے فانی سے ۱۱ھ میں رحلت فرما گئے تو خالص صحابہؓ کا دور شروع ہو

گیا۔حضور ﷺ کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"قبض النبی ﷺ وترك مائة ألف و اربعة عشر ألف من الصحابة"۔ (۱۲)

ترجمہ:جب آنحضرت ﷺ نے وصال فرمایا تو اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے"۔

تقریباً سب ہی محدث ومفسر تھے معروف صحابہؓ جن کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب ہے مصنفین نے ان کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں۔صحابہ تفسیر قرآن میں اتباع رسول پر سختی سے عمل کرتے تھے اور بلا سوچے سمجھے قرآن کے ایک لفظ تک کا مفہوم بیان نہ کرتے تھے۔صحابہ کرامؓ عموماً قرآن کی تفسیر وتشریح میں شدت کے ساتھ احتیاط برتتے تھے کیونکہ احادیث میں تفسیر بالرائے سے متعلق جو وعید آئی ہے اس کا انہیں دھڑ کا لگا رہتا تھا لیکن احساس فرض اور تمدنی ضرورویات کی بناء پر صحابہؓ کی ایک تعداد ایسی تھی جو قرآن کی تفسیر وتشریح کرتی تھی لیکن ان کی تفسیروں کی زیادہ تر تعلق ان آیات سے تھا جو امر ونہی پر مشتمل ہیں۔

قرآنی آیات کے فہم میں صحابہؓ کو نزول آیات کے اسباب اور موقع کے لحاظ سے آیات کا مقتضی نبی ﷺ سے منقولات کے ذریعے معلوم ہوجاتے تھے۔

صحابہ کرامؓ سے کثیر تعداد میں تفسیری روایات مروی ہیں۔ چنانچہ احادیث کی تقریباً سب معتبر کتابوں میں تفسیر قرآن کا باب ملتا ہے۔تاہم حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر "تنویر المقباس'' کو اولین تفسیر ہونے کا شرف حاصل ہے۔تفسیر ابن عباس کا نسخہ امام احمد بن حنبلؒ کے زمانہ میں مصر میں موجود تھا۔

چنانچہ ابوالخیر طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں۔

"واعتمد على هذه النسخة البخاری فی صحیحه فیما نقله عن ابن عباس"۔ (۱۳)

ترجمہ:امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اسی ابن عباسؓ سے روایات نقل کی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:**"خذوا القرآن من أربعة من عبداللهؓ بن مسعودؓ وسالمؓ ومعاذؓ وابی بن کعبؓ"۔ (۱٤)**

ترجمہ: قرآن چار لوگوں عبداللہ بن مسعودؓ،سالمؓ،معاذؓ اورابی بن کعبؓ سے سیکھو۔

خلفاء اربعہ میں سے زیادہ روایات حضرت علیؓ سے منقول ہیں حضرت علیؓ کا علم تفسیر میں کیا مقام ہے اس کا اندازہ حضرت ابوطفیلؓ کی روایت سے ہوتا ہے۔

ایک روز خطبہ دے رہے تھے دوران خطبہ فرمایا:

"سلونی فوالله لا تسألون عن شئ الاأخبر تکم وسلونی عن کتاب الله فوالله مامن اٰیة الا وأنااعلم أبلیلٍ نزلت أم بنهارٍ أم فی جبل أم فی سهلٍ". (١٥)

ترجمہ: تم مجھ سے پوچھو! تم جس چیز کے متعلق پوچھو گے میں تمہیں بتادوں گا مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ رات کو اتری یا دن کو پہاڑ پر نازل ہوئی یا میدان میں۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے:

"والله مانزلت اٰیة الا وقد علمت فیم نزلت وأین نزلت ان ربی وهب لی قلبا عقولًا ولساناً مسئولًا".(١٦)

ترجمہ: خدا کی قسم کوئی ایسی آیت نہیں اتری مگر میں جانتا ہون کہ وہ کس کے بارے میں اتری اور کہاں اتری بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عاقل قلب عطا کیا ہے اور لسان بہت زیادہ تحقیق وجستجو کرنیوالی۔

خلفاء اربعہ کے بعد تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا درجہ ہے۔ آپؓ آنحضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مصاحبت کا جو زمانہ پایا تھا اگرچہ عہد طفولیت کا تھا اس کے باوجود آپؓ کو تفسیر میں خاص مقام حاصل ہے اور اکابر صحابہؓ بھی تاویل قرآن کے بارے میں آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ اس کے لئے جہاں تک ظاہری اسباب کا تعلق ہے یعنی تحصیل علم اس میں بھی آپ ﷺ نے پوری جدوجہد کی آپؓ سے سوال کیا گیا کہ آپؓ نے علم کیسے حاصل کیا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا:

" بلسان مسئول و قلب عقول". (١٧)

ترجمہ: پوچھنے والی زبان اور سمجھنے والے دل سے۔

ان کی تفسیری خدمات میں روحانی سبب کو بھی بڑا دخل تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کی دعا کا اثر تھا جو آپ ﷺ نے ابن عباسؓ کے لئے تاویل قرآن کے بارے میں فرمائی تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"ضمّنی الیه رسول الله صلی الله علیه و سلم و قال اللهم علمه الحکمة وتاویل الکتاب "(١٨).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ ملایا اور دعا فرمائی ''اے میرے اللہ اس کو تفسیر کا علم سکھا دے اور دین کے بارے میں سمجھ عطا فرما۔

حضرت عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے پاس بلاتے اور اپنے قریب کر لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک دن انہوں نے تمہیں اپنے پاس بلایا۔تمہارے سر پر دست شفقت رکھا پھر اللہ سے دعا کی اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ اس میں برکت دے اور اس کے علم کو پھیلا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ تشریف لاتے تو حضرت عمرؓ فرماتے۔

"نعم ترجمان القرآن عبداللہ ابن عباسؓ وكان اذا أقبل يقول عمرؓ جاء فتى لكهول و ذواللسان مسئولٍ والقلب العقول"۔ (۱۹)

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ قرآن مجید کے اچھے ترجمان ہیں ایک ایسے نوجوان ہیں جو تجربہ،فہم وفراست میں پختہ سن ہیں بہت سوال کرتے ہیں۔بڑے ذکی ہیں اور عاقل قلب کے مالک ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی دعا کا اثر تھا کہ اکابر صحابہؓ جب کسی تفسیری نکتہ کے متعلق اختلاف کرتے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول فیصل قرار دیا جاتا۔

چنانچہ ابن کثیرؒ لیثؒ بن سلیم سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے طاؤسؒ سے پوچھا:

"لم لزمت هذا الغلام يعنى ابن عباس و تركت الاكابر من الصحابةؓ. قال انى رأيت سبعين من الصحابة اذا تماروافى شئ صاروالى قوله"۔ (۲۰)

ترجمہ:تم اس لڑکے یعنی ابن عباس کی خدمت میں کیوں رہتے ہو اور اکابر صحابہؓ کی صحبت ترک کردی تو انہوں نے کہا میں نے ستر صحابہؓ کو دیکھا ہے کہ جب وہ کسی چیز میں شک کرتے تو اسکے قول کی طرف رجوع کرتے۔

اسی وجہ سے آپؓ ترجمان القرآن اور حبر الامۃ کے نام سے موسوم ہیں۔صحابہ کرامؓ میں سے سب سے زیادہ روایات آپؓ سے منقول ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کے خادمِ خاص اور السابقون الاولون میں شامل ہیں۔آپ کو ہجرتین کا شرف حاصل ہے۔تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے خادم خاص ہونے کی وجہ سے شب وروز آپ ﷺ سے فیض حاصل کرتے رہتے تھے۔علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو اجازت دے رکھی تھی کہ ہمہ وقت پیغمبر خدا کی گفتگو سن سکتے تھے۔ارشاد نبوی ﷺ:

"انك على ان ترفع الحجاب وتسمع موادى حتى انهاك"۔ (۲۱)

ترجمہ: آپ پردہ اٹھا کر(اندر) آسکتے ہیں اور ہماری ہر بات سن سکتے ہیں یہاں تک کہ میں خود روک دوں۔

عہد تابعین:

تابعین صحابہ کرامؓ کے شاگرد تھے عہد تابعین میں تفسیری مدارس میں تین مدرسے سب سے زیادہ مشہور اور

مقبول ہوئے۔ ان میں سے ایک مدرسہ مکہ معظّمہ میں تھا جس کے سربراہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔تفسیر کے سب سے زیادہ علماء اہل مکہ میں سے تھے جن کو ابن عباس سے شرف تلمذ حاصل ہے ان حضرات میں عکرمہؒ،عطاؒ بن ابی رباح، مجاہدؒ، سعیدؒ بن جبیر اور طاؤسؒ زیادہ مشہور ہیں۔

آج متاخرین حضرات کی تفسیری کتب انہی حضرات کی تفسیری روایات سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔

تفسیر کا دوسرا مرکزی مدرسہ کوفہ تھا جہاں عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمرؓ کے فرمان کی تعمیل میں یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ان حضرات میں سب سے زیادہ مشہور اسودؒ بن یزید، ابراہیمؒ النخعی، علقمہؒ بن قیس اور امام شعبیؒ ہیں۔

تفسیر کا تیسرا مرکز مدینہ منورہ تھا۔ جہاں حضرت زید بن اسلمؒ اپنے اصحاب کو تفسیر قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔آپ کے اصحاب میں عبدالرحمٰنؒ بن زید اور مالکؒ بن انس زیادہ مشہور ہیں۔

تاریخ میں عہد تابعین کی چھ تفسیروں کا نشان ملتا ہے جو اب تمام کی تمام ناپید ہو چکی ہیں انکی روایات متاخرین کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ (۲۲)

عہد تابعین کی سب سے پہلی تفسیر حضرت سعیدؒ بن جبیر کی تفسیر ہے جسے آپ نے عبدالملک بن مروان کی فرمائش پر لکھا۔امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"كان عبدالملك بن مروان كتب يسأل سعيد بن جبير ان يكتب اليه تفسير القرآن فكتب اليه"۔ (۲۳)

ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے سعیدؒ بن جبیر کے پاس لکھ بھیجا کہ اس کے لئے قرآن مجید کی تفسیر لکھیں چنانچہ انہوں نے اس کے پاس لکھ کر بھیج دی۔

کچھ عرصہ بعد یہ تفسیر عطاء بن دینارؒ نے شاہی خزانے سے حاصل کر لی تھی اور اسے دیکھ کر حضرت عطاء براہ راست حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت کرنے لگے۔ (۲۴)

دور تابعین میں اسلام دور دراز کے ملکوں تک پہنچ چکا تھا۔اور مبلغین اسلام وقرآن ہر علاقے میں پھیل گئے تھے۔اسلامی مملکت کے رقبہ کے وسیع تر ہو جانے کے سبب معاشرتی، معاشی اور سیاسی نوعیت کے بہت سے پیچیدہ مسائل ابھر رہے تھے یہ گوناں گوں مشکلات تھیں جن سے تابعین کو عہدہ برا ہونا تھا۔ان کی کوشش یہی تھی کہ ان تک صحابہؓ کے ذریعے جو کچھ پہنچا ہے اسے ہی بیان کرنے پر اکتفا کریں۔

اس عہد میں تفسیر کا طرز یہ تھا۔آیت کے ساتھ اس آیت سے متعلق حدیث کو بیان کیا جاتا پھر اس آیت سے

متعلق اگر کسی صحابی یا تابعی کبیر کا قول منقول ہوتا تو اس کا ذکر کیا جاتا اس عہد کی تفسیروں کا اکثر ذخیرہ روایتی تفسیروں پر مشتمل تھا۔ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور وسعت مملکت کے مقتضیات اور پیش آنے والے نت نئے مسائل میں اگر انہیں حیات صحابہؓ سے کوئی رہنمائی نہ ملتی تو خود اپنی علمی بصیرت سے کام لیکر قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح کرتے۔ تابعین کے دور میں تفسیر قرآن پر کم اور مختلف موضوعات پر زیادہ تالیف کا سراغ ملتا ہے مثلاً کسی نے قرآن کے ناسخ ومنسوخ پر کوئی تالیف کی کسی نے احکام القرآن پر اور کسی نے قرآن کے مشکل اور غریب الفاظ کی تشریح پر قلم اٹھایا۔ تاہم ان حضرات کے ذاتی اجتہاد اور غور وفکر سے تفسیری سرمایہ میں قابل قدر اضافہ ہوا۔

عہد تابعین میں روایتی تفسیر میں جہاں حدیث اور اقوال صحابہؓ نے جگہ پائی وہاں اسرائیلیات نے بھی ممتاز مقام حاصل کر لیا اسرائیلیات کا سلسلہ یوں تو دور صحابہ ہی میں چل نکلا تھا مگر اس عہد میں یہ سلسلہ عروج پر پہنچا اور تفسیری کتب میں خاص جگہ حاصل کر لی اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض ایسے لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے جو سابقہ کتب آسمانی کے عالم تھا جیسے وہبؓ بن منبہ، عبداللہؓ بن سلام اور کعبؓ الاحبار وغیرہ۔

صحابہؓ کے دور میں تو اسرائیلیات بہت کم رواج پا سکیں مگر عہد تابعین میں جب تفسیر کا دائرہ وسیع ہو گیا اور قرآن مجید کے مختصر قصوں کے تشریح اور ان کی تفصیلات کی ضرورت محسوس ہوئی تو پھر ان اسرائیلیات کو تفسیر میں جگہ دی گئی۔ امتداد زمانہ کے ساتھ یہ سلسلہ وسیع ہوتا گیا تو مفسرین بلا تکلف اور بغیر کسی جانچ پڑتال کے ان روایات کو اپنی کتب میں نقل کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محدثین اور محققین کے نزدیک ان کتب تفسیر کی قیمت گھٹ گئی۔(۲۵)

جہاں تک اسلامی عقائد اور شرعی احکام کا تعلق ہے اسرائیلیات پر عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ قرآن وسنت کے بنائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا جاتا تھا۔ البتہ قصص القرآن، ابتدائے آفرینش سے متعلق آیات کی توضیح وتفسیر میں اہل کتاب صحابہ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ پھر اگر کوئی روایت قرآن وحدیث کے صریح الفاظ کے خلاف ہوتی تو اسے رد کر دیا جاتا۔

عہد تبع تابعین:

تبع تابعین کا عہد خاندان بنو امیہ کی خلافت کے اواخر سے شروع ہوتا ہے۔ اور خلافت عباسیہ کے اوائل تک پھیلا ہوا ہے اس عہد میں تابعین جیسے وفات پا رہے تھے تبع تابعین ان کی جگہ لے رہے تھے۔ تابعین سے چلا ہوا یہ تفسیری سرمایہ ان کے تلامذہ یعنی تبع تابعین کو منتقل ہوا۔ ان نامور فرزندان اسلام نے اس تفسیری سرمایہ کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ اپنی

خداداد صلاحیتوں سے قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے اجتہاد اور غور وفکر سے قابل قدر اضافہ بھی کیا اور اب روایت سے زیادہ کتابت کے ذریعے اس سرمایہ کی حفاظت کی جانے لگی۔ چنانچہ اس دور میں باقاعدہ طور پر تفسیر کتب کا آغاز ہوا اور بہت سی تفسیریں تصنیف کی گئیں اس دور کی مشہور تفاسیر حسب ذیل ہیں۔

ا۔تفسیر شعبۃ بن الحجاج :

آپ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں، فن رجال اور حدیث کی بصیرت اور مہارت میں فرد کامل تھے۔۱۴۰ھ میں ۷۸سال کی عمر میں وفات پائی۔

۲۔تفسیر وکیع بن الجراح:

اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ اور رواۃ میں سے ہیں اوزاعی، اعمش، سفیان ثوری اور دیگر اکابرین محدثین سے تحصیل حدیث کی۔ امام شافعی، امام احمد، عبداللہ بن مبارک اور ابن معین آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں ۱۹۷ھ میں ۷۰سال کی عمر میں وفات پائی۔

۳۔تفسیر سفیان بن عیینہ:

اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے بکثرت تخریج کی ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

۴۔تفسیر یزید بن ہارون:

۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے یحی بن سعید، سلیمان التیمی داؤد بن ابی ھند، ابن عون اور دیگر شیوخ سے حدیث کی سند لی۔ امام احمد، ابن مدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عبد بن حمید جیسے حضرات آپ کے شاگرد ہیں۔آپ نے ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

تفسیر عبدالرزاق بن الھمام الحافظ:

ارباب صحاح ستہ کے شیوخ میں سے ہیں بخاری میں بکثرت روایات آپ سے مروی ہیں۔ حدیث میں آپ کی کتاب ''مصنف'' مقبول ترین اور جامع ترین ہے جس میں اہل حجاز اور اہل عراق کی روایات کو جمع کر دیا گیا اور فقہی ابواب پر اسے مرتب کیا گیا ہے۔آپؒ کی وفات ۲۳۵ھ ہے۔

تفسیر اسحاق بن راہویہ:

آپ امام بخاریؒ کے خاص شیوخ میں سے ہیں اور آپ ہی صحیح بخاری کی تالیف کا سبب ہیں۔ابن ماجہ کے

علاوہ باقی سب ارباب صحاح نے آپ سے روایت کی ہے۔۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

تفسیر روح بن عبادۃ الحافظ:

ابن عون، حسین المعلم اور دیگر شیوخ سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے امام احمدؒ، اسحاقؒ اور بشیرؒ بن موسیٰ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔علی ابن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے روح بن عبادۃ کی ایک لاکھ سے زائد احادیث میں سے دس ہزار احادیث لکھیں۔

تابعین کی تفاسیر کی طرح ان حضرات کی تفاسیر بھی حوادث دہر سے محفوظ نہیں رہیں۔اسی طرح امام سفیان ثوری کی تفسیر کے کچھ اجزاء کتب خانہ رام پور میں محفوظ ہیں۔ (۲۶)

واقعہ کربلا کے بعد مسلمانوں میں فرقہ بندی شروع ہوگئی اور خصوصاً شیعہ فرقہ ظہور پذیر ہوا۔اسی دور میں وہ سارے فاسد و باطل افکار و نظریات کھل کر میدان میں آ گئے جو اس سے پہلے ذرا جھجکتے ہوئے سامنے آتے تھے ایک طرف سبائیت وغیرہ باطل فرقے اپنے عقائد و نظریات کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔دوسری طرف یونانی فلسفہ تھا جو اذہان و قلوب کو مسموم کرنے لگا۔

مزید براں ملحدین کا ایک طبقہ تھا جو قرآن مجید پر طرح طرح کے اعتراضات کر رہا تھا اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ ایسی تفسیریں تالیف کی گئیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے مروی تفاسیر صحابہ اور تابعین کے اقوال کو جمع کیا گیا۔گویا تفسیر بالماثور یا تفسیر بحسب الآثار کی بابت تالیف کی پہلی کوشش تھی۔

متقدمین مفسرین کی تفسیری خدمات کا جائزہ:

اولیت اور تقدیم کے لحاظ سے شرف اور فضیلت کا سہرا متقدمین حضرات کے سر ہے جنہوں نے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھی جس پر چل کر متاخرین نے اس بنیاد پر قابل قدر اضافے کیے تاہم پہلے ان حضرات کی اہم تفسیری خدمات پیش کی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ (عہد صحابہ تا عہد تبع تابعین) کی سب سے بڑی خدمت تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے سلفی مواد کو جمع کیا اور اپنی کتب تفسیر میں محفوظ کیا۔اس مواد کو اپنی تفاسیر میں اسناد کیساتھ ذکر کیا۔جس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس مواد کی صحت کو علم الرجال کی مدد سے رواۃ کے حالات کی تحقیق کر کے جانچا جا سکتا ہے۔

۲۔ متقدمین نے قرأۃ مختلفہ کو اپنی تفسیری کتب میں جگہ دی ہے قرأہ متواترہ ہو یا شاذہ ان سے قرآنی

مقاصد اور معانی متعین کرنے اور تفہیم قرآن میں مدد ملتی ہے۔

۳۔ قرآن مجید کے معانی و مفاہیم کی تشریح اور تفسیر میں لغت عرب قرآن کے محل استعمال اور سیاق وسباق کو بڑا دخل ہے۔متقدمین نے مفردات قرآن کے معانی کو محفوظ رکھا،

۴۔ قرآن مجید کا بنیادی مقصد اصلاح نفوس ہے اس سلسلے میں قرآن مجید نے بعض امور کو مجمل بیان کیا ہے۔متقدمین نے بھی ان امور کو مجمل ہی رکھا اور ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور غیر ضروری مباحث میں پڑنے سے اجتناب کیا۔

۵۔ قرآن مجید کے ایسے الفاظ جن میں زبان و ادب کے قواعد کے مطابق ان میں مختلف معانی کی گنجائش ہو سکتی تھی اور ان معانی مختلفہ میں سے کوئی معنی بھی قرآن مجید کے بنیادی مقاصد اور سیاق وسباق کے خلاف نہیں تھا۔ایسی صورت میں انہوں تمام معانی مختلفہ کو درست قرار دیا۔

۶۔ قرآن مجید کے مقاصد و مطالب کی تشریح میں ان واقعات اور اسباب کو بڑا دخل ہے جن واقعات اور اسباب کی بنا پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔متقدمین نے اسباب النزول کا تحفظ کیا اور آیات کا مقصد و مفہوم پوری طرح متعین کیا۔ان اسباب نزول کو علامہ ابن جریر طبریؒ نے اسناد کے ساتھ اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

مختصر یہ کہ متقدمین کی تفاسیر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفاسیر میں خواہش کو دخل انداز نہیں کیا اور نہ ہی مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور ممالک کو پیش نظر رکھ کر قرآن مجید کی تفسیر کی ہے بلکہ قرآن کی تفسیر اس زاویہ نگاہ سے کی ہے جو خود قرآن یا صاحب قرآن کی مطلوب ہے۔

ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ان حضرات کی تفاسیر میں بڑی کمی یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفاسیر میں اسرائیلیات کو داخل کیا اور کسی جانچ پڑتال کے بغیر راویوں پر حسن ظن رکھتے ہوئے ان کو تفسیر قرآن میں جگہ دی۔

متاخرین کی تفسیری خدمات کا مختصر جائزہ:

☆ متقدمین کے بعد اس دور کی ابتداء ہو جاتی ہے جب روشن خیالی، ذہنی ترقی اور مغربی فلسفہ نے زور پکڑا۔ یہود و نصاریٰ کی اسلام کے خلاف ملی بھگت نے نئی چالیں چلیں جن میں ایک خلق قرآن کا فتنہ بھی تھا۔نظام تعلیم بھی فلسفہ یونان کے محور پر گردش کر رہا تھا سارے مواد پک چکے تھے۔محاذ کھل چکے تھے۔وقت کے روشن خیال تعلیم یافتہ افراد بھی تھے جو یونان و عجم سے درآمد شدہ علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے اور اگلے وقتوں کے متکلم اسلام بزرگ بھی!

☆ چنانچہ تالیفات کے باب میں مسابقت کے لئے ایک دوڑ شروع ہوگئی۔علم وفن کے شہسواروں نے میدان میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کیا۔اس طرح رفتہ رفتہ تفسیری تالیف کا ایک انبار لگ گیا۔خود مسلمانوں میں قرآن مجید کی تحریف کرنیوالے پیدا ہوگئے اور جدید فلسفہ سے قرآن مجید پر اعتراضات کیے جانے لگے۔ایسے میں علماء نے اپنے فرائض منصبی کو سنبھالا اور اعتراضات کا رد کیا۔اس سلسلہ میں محقق جوہری طنطاوی کی ''جواہر القرآن'' کا نام لینا ہی کافی ہے۔

☆ متقدمین حضرات نے آیات اور سور کے باہمی ارتباط کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور پھر قرآن مجید میں قصص کا تکرار پایا جاتا ہے۔متقدمین نے صرف ان کے حل مراد قرآنی پر اکتفا کیا اور تکرار کی حکمت اور وجہ بیان نہیں کی مگر متاخرین حضرات نے آیات اور سور قرآنی کے باہمی ربط اور قصص کے تکرار کی حکمت میں نہایت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں اس سلسلے میں امام رازیؒ کی خدمات سب سے زیادہ ہیں۔اسی طرح اقسام قرآن کے سلسلہ میں متقدمین نے قسم اور جواب قسم میں ارتباط باہمی پر کوئی کلام نہیں کیا۔لیکن متاخرین مفسرین نے قسم اور جواب قسم میں ارتباط کو واضح کرنے کی پوری کوشش کی بلکہ متاخرین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی تالیف کیں مثلاً ابن قیم نے ''التبیان فی اقسام القرآن'' لکھی۔

☆ قرآن مجید نے جو اوامر و نواہی بیان کیے ہیں یا جن احکام کا حکم دیا ہے ان کے حکم و اسرار، ان کی فلسفیانہ توجیہات اور ان کی اخلاقی توجہیات کے متعلق متقدمین حضرات نے کوئی خدمات سرانجام نہیں دیں۔اس سلسلہ میں متاخرین حضرات کی کوششیں بارآور رہی ہیں۔متاخرین حضرات نے اس سلسلہ میں مستقل تالیفات بھی کی ہیں۔شاہ ولی اللہ دہلوی کی تفسیری خدمات اس سلسلہ کی جان ہیں۔

☆ بہت سے واقعات قدماء کے دور میں رونما نہ ہوئے تھے۔اس لئے انہوں نے ان مسائل پر غور و فکر ہی نہ کیا تھا۔بعد میں جیسے جیسے واقعات رونما ہوتے رہے ویسے ہی ان کے متعلق علما کرام احکام کا استنباط کرتے رہے اور اس لئے نئے رونما ہونے والے واقعات کا حل متاخرین کی تصانیف میں ملتا ہے اور آئندہ بھی قیامت تک نئے رونما ہونے واقعات کا حل قرآن مجید کی روشنی میں کیا جاتا رہے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ موضوعات کی کوئی حد نہیں۔زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے نئی نئی ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں۔نئے نئے علوم وفنون ایجاد ہوتے رہتے ہیں۔ہر زمانے میں نئے نئے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے اور قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کے احکام اصولی طور پر اس میں بیان کر دیے

گئے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ متبحر زمانہ شناس علماء تفسیری خدمات میں مشغول رہیں اور تراجم وتفاسیر کا سلسلہ جاری رہے تا کہ پیش آمدہ مسائل کا آسانی سے حل ہوتا رہے۔ بلا شبہ آج کتب تفسیر کا جو عظیم الشان ذخیرہ امت مسلمہ کے پاس ہے وہ گوناگوں وجوہ اور مختلف حیثیتوں سے بڑا قیمتی ہے اور اپنے وجود اور اپنی تدوین وارتقاء کے باب میں اسلام اور امت مسلمہ کا سرمایہ افتخار ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آل عمران:۳/۱۶۴

۲۔ نمل:۲۷/۴۴

۳۔ نساء:۴/۱۰۵

۴۔ نحل:۱۶/۴۴

۵۔ صبحی صالح، ڈاکٹر ''علوم القرآن'' ملک پبلشرز کارخانہ بازار لائل پور ص: ۲۹۹

۶۔ آلوسی محمود، ''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی'' دارالکتب العلمیہ بیروت، ۶۲/۱۵

۷۔ الزرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ، ''البرھان'' دارالاحیاء الکتب العربیۃ مصر ۲/۱۷۶

۸۔ انعام:۶/۱۲۴

۹۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، دارالندوۃ الجدیدۃ بیروت ۲/۹۳

۱۰۔ ایضاً، ۲/۲۰۵

۱۱۔ احزاب:۳۳/۲۱

۱۲۔ السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن،۲/۱۷۶

۱۳۔ ابوالخیر طاش کبریٰ زادہ، مفتاح السعادۃ ومصباح السیادہ
دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۸ھ ۱/۴۰۴

۱۴۔ بخاری، الجامع الصحیح دارالسلام الریاض کتاب فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب رسول اللہ ﷺ،
حدیث نمبر:۴۹۹۹

۱۵۔ السیوطی، الاتقان، ۲/۱۷۶

۱۶۔ ایضاً، ۲/۱۸۷

۱۷۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، ''البدایۃ والنھایۃ'' مطبعۃ السعادۃ مصر ۸/ ۲۹۸

۱۸۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، دارالسلام الریاض ۱۹۹۹ء ''السنن'' باب فضل ابن عباسؓ حدیث نمبر ۱٦٦

۱۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۸/۲۹۹

۲۰۔ ایضاً، ۸/۳۰۱

۲۱۔ ابن حجر، ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ'' دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۴۱

۲۲۔ ناظم سیوھاروی، انتخاب تاریخ التفسیر، دارالکتب اسلامیہ لاہور ص:۱۷

۲۳۔ الذھبی، ''میزان الاعتدال'' مکتبہ دارالاحیاء التراث العربی مصر ۲/ ۱۹۷

۲۴۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، داراحیاء التراث العربی، مصر، طبع دوم، ۱۴۱۳ھ، (تذکرہ عطاء بن دینار)

۲۵۔ احمد امین مصری، ''فجر الاسلام، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ، قاہرہ، مصر، ۱۹۵۹ء ص:۱۵۹

۲٦۔ احمد امین مصری، ''المباحثۃ العلمیہ'' دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد دکن ص: ۱۴۱